حیدر زیدی ایڈووکیٹ
الٰہ آباد ہائی کورٹ

# عصرِ حاضر میں ملّی اداروں کی کارکردگی ــــــ ایک جائزہ

عصر حاضر میں، سائنس نے سفر اور مواصلات کی طوفانی ترقی سے دنیا کو سمیٹ دیا ہے۔ منٹوں میں ہزار ہا میل بیٹھے ہوئے شخص سے گفتگو ہو جاتی ہے۔ ایک براعظم سے دوسرے براعظم میں آدمی چند گھنٹوں میں پہنچ جاتا ہے۔ دنیا کے ایک سرے پر بیٹھے بیٹھے دوسرے سرے کی تازہ صورتِ حال کا مشاہدہ ہو جاتا ہے۔ ٹیلیویژن نے انقلاب برپا کیا اور کمپیوٹر نے تو انٹرنیٹ کے دروازے کھول کر واقعی ساری دنیا کو ایک ہتھیلی میں سمیٹ دیا۔ ہماری نئی نسل اسی ماحول میں پرورش پا رہی ہے۔ اس کے سامنے مختلف تحریکیں، مختلف تہذیبیں اور مذاہب اپنا اپنا زاویۂ نظر پیش کرتے رہتے ہیں۔ یہ نئی نسل اگلے وقتوں کی طرح ہر نظریہ اور عقیدہ کو بے چون و چرا تسلیم کرنے کے لئے ہرگز تیار نہیں ہے ایسی صورت میں ملتِ جعفریہ کو بھی اپنے نظام (System) کی ایسی عقلی اور منطقی توجیہ کرنا ہوگی جو نئی نسل کے لئے قابلِ قبول ہو۔ پہلے جو اصولِ دین اور فروعِ دین بچپن میں یاد کروائے جاتے تھے وہ بڑے ہونے پر بھی ویسے ہی راسخ رہتے تھے، کیونکہ ذہنوں کو آلودہ کرنے والی طاقتیں مؤثر نہیں تھیں۔ لیکن آج ایک طرف ہمارے پاس اپنی بات کہنے اور ثابت کرنے کے لئے بہترین وسائل و ذرائع موجود ہیں تو دوسری طرف ہمارے مخالفین کے پاس بھی یہ سہولتیں ہیں۔ اس صورت حال میں ہمارے ملی ادارے (Community Institutions) بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ اس لئے ان کی ذمہ داریاں پہلے کے مقابلہ میں کہیں زیادہ ہیں۔ اس لئے یہ ضرورت محسوس ہوئی کہ ہم اپنے ملی اداروں کا جائزہ وقتاً فوقتاً لیتے رہیں۔ ان کی خوبیوں کو بھی منظر عام پر لائیں اور ان کی خامیوں کا تنقیدی جائزہ پیش کرتے رہیں تاکہ ان کی کارکردگی زیادہ بہتر اور موثر ہو اور ہماری نئی نسل مخالفین کی سازشی تحریکوں اور منصوبوں کی شکار نہ ہو۔

## بنارس کی شرعی عدالت پر ایک نظر:

پرہلاد گھاٹ بنارس میں واقع ایک شرعی عدالت ہے جس کے سربراہ ممتاز عالم دین جناب سید شمیم الحسن صاحب قبلہ ہیں اور شاید جناب سید قیصر حسین صاحب بھی اسی سے وابستہ ہیں۔ اس شرعی عدالت کی ہندوستانی آئین کی رو سے کوئی قانونی حیثیت نہیں ہے۔ شاید یہ ادارہ میاں بیوی کے اختلافات میں ایک ثالث (Arbitrator) کی حیثیت رکھتا ہے (اس کا نام شرعی پنچایت زیادہ مناسب ہے)۔

میرے ایک موکل کا کیس جس میں میاں بیوی کے درمیان ایک جھگڑا تھا اور الہ آباد ہائی کورٹ میں (پٹیشن نمبر ۵۰۹۵۵/۲۰۰۰ء) تھا۔ میں شوہر کا وکیل تھا جب میری اور جج صاحب کی کوششوں کے باوجود صلح نہیں ہو سکی کیونکہ بیوی شوہر کے ساتھ رہنے پر تیار نہیں تھی تو یہ مقدمہ ختم ہو گیا۔ اس کے بعد شوہر نے پریشان ہو کر شرعی عدالت بنارس میں درخواست دی کہ آپ یا تو میری بیوی کو حکم دے کر میرے ساتھ رہنے پر راضی کریں اور اگر یہ نہ ہو سکے تو میرے وکیل کی حیثیت سے طلاق کے صیغے جاری کر دیں۔

شوہر نے جولائی ۲۰۰۱ء میں درخواست دی جس کے بعد شرعی عدالت بنارس نے ۴ ستمبر ۲۰۰۲ء کو دو تحریریں جاری کیں (یعنی ایک سال اور دو مہینے کے بعد) ایک خط میں اطلاع دی کہ یہ فائل بند کر دی گئی ہے اور پرانے ریکارڈ میں ڈال دی گئی ہے اب یہ نہیں نکالی جائے گی۔ دوسری تحریر میں حسب ذیل متن ہے:

"آپ کی زوجہ... کے نام خط و کتابت شرعی عدالت کی جانب سے کی گئی۔ رجسٹری بھی روانہ کی گئی۔ تاکہ مصالحت ہو جائے مگر تا حال ان کی طرف سے کوئی جواب موصول نہ ہوا۔ لہٰذا آپ اپنے مسئلہ میں آزاد اور مختار ہیں۔"

## تجزیہ وتبصرہ

(الف) جناب مولانا شمیم الحسن صاحب کو شوہر نے وکیل بنا کر طلاق جاری کرنے کی درخوست کی کہ اگر مولانا اپنی کوششوں میں ناکام ہوجائیں تو اس کی طرف سے طلاق پڑھ دیں۔ (فقہ جعفریہ کی رو سے طلاق صرف عربی زبان میں اور طے شدہ صیغوں میں ہونا چاہئے اور اس وقت دو عادل گواہ بھی موجود ہوں)۔ اور مولانا موصوف ۴ر ستمبر ۲۰۰۲ء کی تحریر کے مطابق اپنی کوششوں میں ناکام ہوگئے یہاں تک کہ دوسرے فریق (بیوی) نے کوئی جواب ہی نہیں دیا تو مولانا موصوف نے وکالت نامہ کی بنیاد پر طلاق کے صیغے بحثیت وکیل شوہر کیوں نہیں جاری فرمائے؟ اور اس طرح میاں بیوی دونوں کے قیمتی وقت کو ضائع کیا۔

(ب) شرعی عدالت جب اتنی بے اثر ہے کہ اس کے پاس اپنے حکم کے نفاذ کے لئے کسی طرح کی کوئی قانونی طاقت نہیں ہے تو اس کو شرعی عدالت کہنا شریعت کی توہین کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔

(ج) مولانا موصوف نے اسی خط میں شوہر کو اس کے مسئلہ میں آزاد و مختار بنا دیا تو انھوں نے اپنی حیثیت بطور وکیلِ شوہر ختم کردی۔ یعنی اب وہ اس مسئلہ میں شوہر کی طرف سے کسی پیش رفت کے مجاز نہیں رہ گئے۔

## شرعی عدالت سے بیوی کا رجوع کرنا:

جب مولانا سید شمیم الحسن صاحب نے شوہر کی وکالت برائے طلاق کو رد کردیا اور صیغۂ طلاق جاری نہیں کیا۔ اس کو اپنے مسئلہ میں آزاد و مختار بنا دیا تو اپنے مسئلہ کے حل کے لئے اس نے فیملی کورٹ میں رخصتی زوجہ (Restitution of Conjugalrights) کا مقدمہ دائر کردیا (اگر موصوف نے صیغۂ طلاق جاری کردیا ہوتا تو اس کی نوبت نہ آتی)۔ جب بیوی کو اس مقدمہ کا سامنا ہوا تو اس نے ۱۳ر اگست ۲۰۰۳ء کو شرعی عدالت بنارس سے رجوع کیا اور بقول شوہر غلط بیانی بھی کی کہ اس کے شوہر نے دوسری شادی کرلی ہے۔ اب وہ یعنی بیوی طلاق خلع کے لئے تیار ہے اور اپنا مہر معاف کرتی ہے اور مولانا موصوف یا کسی کو بھی وکیل بناتی ہے کہ اس کی طلاق کروادیں۔ اس کے بعد شرعی عدالت بنارس کچھوے کی رفتار سے حرکت میں آگئی اور (شاید بڑے تدبر و تفکر کے ساتھ) تقریباً ۲ سال بعد ۲۵ر مئی ۲۰۰۵ء کو خلع کر کے ایک سرٹیفکٹ جاری کردیا۔ جس کا موضوع سے متعلق متن حسب ذیل ہے:

> ''تصدیق کی جاتی ہے کہ (زوجہ کا نام سرٹیفکٹ میں درج ہے) کے حق میں (طرفین کی تحریری رضامندی کے بموجب) بتاریخ ۲۵ر مئی ۲۰۰۵ء صیغہ طلاق و خلع جاری کیا گیا۔ اس طلاق کے عدہ کے گذرنے کے بعد (زوجہ کا نام) عقد ثانی کا پورا پورا حق رکھتی ہے۔ یہ طلاق کینسل نہیں ہوگا۔''

## تجزیہ وتبصرہ

(الف) جب بیوی نے درخواست میں لکھا کہ میرے شوہر نے دوسری شادی کرلی ہے تو اس کی تصدیق مولانا موصوف نے نہیں کروائی۔ شوہر کو اگر نوٹس دے کر بلاتے تو شاید آگے پیدا ہونے والی ناگفتہ بہ صورت حال نہ آتی۔ کیا شرعی عدالت بنارس فریقین کے بیانات کو بلا تحقیق تسلیم کرلیتی ہے؟

(ب) جب ۴ر ستمبر ۲۰۰۲ء کے خط سے (حوالہ اور تبصرہ گذر چکا ہے) مولانا موصوف نے شوہر کے طلاق کے کیس کی فائل بند کردی اور اس مسئلہ میں اس کو آزاد و مختار بنا دیا تو پھر سے بغیر شوہر کی رضامندی اور اجازت کے وہ اسی شوہر کے وکیل کس طرح ہوگئے؟

(ج) شوہر نے مولانا موصوف کو طرفین میں صلح وصفائی اور ناکامی کی صورت میں طلاق جاری کرنے کے لئے وکیل بنایا تھا۔ طلاق احسن کی وکالت طلاق خلع کی وکالت میں کیسے تبدیل ہوگئی؟

(د) اگر فریقین خلع کے لئے تیار تھے تو شرعی عدالت بنارس کو صیغے پڑھنے میں تقریباً ۲ سال کا عرصہ کیوں لگا؟

## دوسری بار شوہر شرعی عدالت میں

بیوی نے شرعی عدالت کے سرٹیفکٹ کو فیملی کورٹ کے سامنے جب رخصتی زوجہ کے مقدمہ میں لگایا کہ اب طلاق کے بعد اس مقدمہ کی کوئی گنجائش نہیں رہ گئی ہے تو شوہر کو اس خلع کا علم ہوا۔ اس نے شرعی عدالت بنارس کی طرف دوڑ لگائی۔ فوراً شرعی عدالت نے اس کا حل نکال دیا۔ یعنی شوہر عدت کے دوران بیوی سے رجوع کرنے کا حق رکھتا ہے۔ شوہر نے شرعی عدالت میں عرضی دی کہ میں رجوع کرتا ہوں۔ مولانا سید شمیم الحسن صاحب قبلہ نے اسی درخواست پر سند لکھ دی۔ ملاحظہ فرمائیے:

"آپ کو عدہ کی مدت کے دوران اپنی بیوی (زوجہ کا نام) کو اپنی بیوی بنانے اور رجوع کرنے کا شرعاً حق حاصل ہے اور وہ آج سے پھر آپ کی زوجیت میں ہیں۔"

یہ بات غور کرنے کے لائق ہے کہ یہ مذکورہ بالا کارروائی ۱۸/اگست ۲۰۰۵ء کی ہے۔ دونوں میں تقریباً ۸۵ دنوں کا فرق ہے۔ (تاریخ خلع اور تاریخ رجوع شوہر کے بیچ)۔

اس کے بعد ۱۰/نومبر ۲۰۰۵ء کو بیوی (خلع یافتہ) نے ایک دوسرے شخص سے عقد نکاح کر لیا۔ شرعی عدالت بنارس کے فیصلہ کا احترام کرتے ہوئے اسے یہ عقد نہیں کرنا چاہئے تھا۔

## تجزیہ وتبصرہ

(الف) رجوع شوہر کے بعد عدالت نے بیوی سے رابطہ کیوں قائم نہیں کیا اور اگر رابطہ کیا اور بیوی نے ان کی بات نہیں مانی تو انھوں نے کیا کارروائی کی اور اگر وہ کسی قسم کی کارروائی کے لائق نہیں ہیں تو شرعی عدالت کی کیا حیثیت ہے؟ بقول اقبالؔ۔

رشی کے فاقوں سے ٹوٹا نہ برہمن کا طلسم
عصا نہ ہو تو کلیمی ہے کار بے بنیاد

(ب) جب خلع کی تحریر میں شرعی عدالت نے یہ سند بھی لکھ دی کہ 'یہ طلاق کینسل نہ ہوگا' تو شوہر کی ۱۸/اگست ۲۰۰۵ء کی درخواست پر یہ کیوں لکھا کہ آپ کو رجوع کرنے کا حق ہے اور آج سے وہ آپ کی بیوی ہیں۔ یہ ایک کوٹھے پر دو ہوائیں کیسی؟

(ج) خلع اور رجوع کے درمیان ۸۴ یا ۸۵ دن ہوتے ہیں۔ شرعی عدالت نے یہ نتیجہ کیسے نکالا کہ ابھی بیوی کی عدت مکمل نہیں ہوئی ہے؟

(د) ایک بہت اہم تبصرہ ابھی باقی ہے لیکن وہ اس سے زیادہ مناسب جگہ پر کیا جائے گا۔

## شیعہ پرسنل لا بورڈ میں شوہر کی فریاد

شیعہ پرسنل لا بورڈ ایک نیا ادارہ ہے جو ابھی چند برس پہلے شیعوں کے پرسنل لا سے متعلق معاملات کو حل کرنے کے لئے وجود میں آیا ہے اور اس کے روح رواں خطیب اکبر مولانا مرزا محمد اطہر صاحب قبلہ کی ذات ہے۔ مولانا موصوف وقتاً فوقتاً اس پرسنل لا بورڈ کی کانفرنس، میٹنگ اور کارروائیاں بڑے اعلیٰ پیمانے پر کرتے رہتے ہیں اور اس میں اخبارات ورسائل کو بیانات بھی دیئے جاتے رہتے ہیں۔ اس لئے فریادی شوہر کا شیعہ پرسنل لا بورڈ سے استعانت کرنا بالکل درست تھا۔ اس نے ۲۹/دسمبر ۲۰۰۵ء کو تفصیلی درخواست صدر شیعہ پرسنل لا بورڈ کی خدمت میں پیش کی اور اس میں چار سوالات کے جواب جاننے کی خواہش کی۔ اب مصیبت یہ تھی کہ ان جوابات سے شرعی عدالت بنارس پر ضرب لگ رہی تھی۔ اس لئے شیعہ پرسنل لا بورڈ نے ایسا مبہم جواب دیا کہ مولانا سید شمیم الحسن صاحب کا دفاع ہو جائے۔ بے وجہ ناچاقی نہ بڑھے۔ سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔ اب فریادی کا جو حشر ہونا ہو آخر برادری کے رشتوں کا بھی خیال ہونا ہی چاہئے۔ سکریٹری

شیعہ پرسنل لا بورڈ جناب محمد رضا صاحب نے مولانا سید محمد جعفر صاحب زعیم جامعہ سلطانیہ لکھنؤ (جو شیعہ پرسنل لا بورڈ کی مجلس اعلائی دینی کے رکن بھی ہیں) کا مرحمت کردہ جواب ۵ رمئی ۲۰۰۶ء کو دے دیا (اس جواب کی تیز رفتاری کا اندازہ اس بات سے ہو جائے گا کہ اس جواب میں ۴ مہینے سے زیادہ لگے اگر دو تین روز اور گذر جاتے تو عدت وفات پوری ہو جاتی)۔ اس جواب سے غیر مطمئن ہو کر شوہر نے ۷ رجولائی کو اور ۱۱ رستمبر ۲۰۰۶ء کو شیعہ پرسنل لا بورڈ کو دو ریمائنڈر (Reminder) دیئے۔

اب مولانا سید محمد جعفر صاحب قبلہ پرنسپل سلطان المدارس کے مکتوب کا خلاصہ ملاحظہ فرمایئے۔ پہلے عورت کے ایام (Menses) کا پورا فلسفہ بیان کیا اور آخر میں مولانا شمیم الحسن صاحب کا دفاع کر دیا کہ ایسا ممکن ہے کہ عدت کی مدت ابھی مکمل نہ ہوئی ہو تو شوہر کا رجوع کرنا صحیح ہے اور عورت کا دوسرے شخص سے عقد حرام ہے۔ پھر دوسری صورت بیان کی اگر عدت گذر گئی ہے تو عورت کا دوسرا عقد صحیح ہے۔ یہ عجیب صورت حال ہوگی کہ آدمی اپنے مسئلہ کے حل کے لئے جائے اور وہ مولویوں کی بھول بھلیاں میں پھنس جائے۔

غور طلب بات ہے کہ مولانا سید محمد جعفر صاحب قبلہ نے طلاق خلع میں شوہر کے رجوع کرنے کے حق کو اسی طرح تسلیم کر لیا ہے، جس طرح شرعی عدالت بنارس کے سربراہ نے اجازت دے کر سند عطا فرمائی۔ اور یہ اہم فیصلہ شیعہ پرسنل لا بورڈ کا ہے اس لئے مرزا محمد اطہر صاحب قبلہ، جو صدر الا فاضل بھی ہیں اور بین الاقوامی شخصیت کے مالک ہیں، بھی مع شیعہ پرسنل لا بورڈ کے اراکین کے اسی اصول کو تسلیم کرتے ہیں۔

## تجزیہ و تبصرہ

(الف) شوہر کے ذریعہ دریافت کئے گئے چاروں سوالات کے جوابات سلسلہ وار کیوں نہیں دیئے گئے۔ شیعہ پرسنل بورڈ اگر پرسنل لا کے اوپر بھی اپنی رائے دینے سے قاصر ہے تو اس کے قیام کا مقصد کیا ہے؟ کیا شریعت میں بھی ذاتی مصلحتوں اور خاندانی روابط کا بول بالا ہے؟

(ب) جناب سید شمیم الحسن صاحب، جناب مولانا سید محمد جعفر صاحب اور شیعہ پرسنل لا بورڈ سب نے طلاق خلع کی عدت میں شوہر کے رجوع کرنے کا حق تسلیم کیا تو یہ پتہ لگوانے کی کوشش کیوں نہیں کی کہ عورت کا عدہ کب ختم ہوا؟ عورت کے عدہ کا خاتمہ کب ہوا اس کا فیصلہ علماء کریں گے یا وہ عورت خود بتلائے گی؟

## طلاق بائن اور طلاق رجعی (Irrevocable Divorce & Revocable Divorce)

طلاق بائن اس طلاق کو کہتے ہیں جب شوہر کو اس طلاق کے واپس لینے یا بیوی سے رجوع کرنے کا حق نہیں رہتا ہے چاہے عورت ابھی عدت کی مدت گذار رہی ہو۔ اس کا مطلب ہے کہ طلاق کے صیغوں کے جاری کرنے کے ساتھ ہی نکاح ختم ہو جاتا ہے۔ اگر طرفین رشتہ قائم کرنا چاہتے ہیں تو ان کو پھر سے عقد نکاح، ایجاب و قبول کر کے قائم کرنا ہوگا۔ جب کہ طلاق رجعی (Revocable Divorce) میں صیغہ طلاق جاری کرنے سے رشتۂ ازدواج معطل ہو جاتا ہے۔ یہ طلاق عدت کی تکمیل پر موثر ہوگی اور اب میاں بیوی کا رشتہ ختم ہو جائے گا۔ اس طلاق رجعی میں عدت کے دوران شوہر کو طلاق کے رد کرنے کا حق حاصل ہے۔ اگر وہ طلاق رد کرتا ہے، یا بیوی سے رجوع کرتا ہے تو اس کا رشتہ ازدواج پھر سے بحال ہو جائے گا اور اس میں کسی نئے عقد نکاح کی ضرورت نہیں ہے۔

## طلاق خلع اور طلاق مبارات

یہ دونوں طلاقیں میاں بیوی کے آپسی سمجھوتے اور رضا مندی سے ہوتی ہیں جن میں عموماً عورت کی طرف سے کچھ عوض (Consideration) دیا جاتا ہے۔ ایک طرف سے طلاق کے لئے ایجاب (Offer) ہوتا ہے دوسری طرف سے قبول (Acceptance) دی جاتی ہے۔ عورت طلاق لینے کے لئے کچھ عوض (Consideration) شوہر کو دیتی ہے۔ خلع اور مبارات کا فرق اس بات میں مضمر ہے کہ علاحدہ ہونے کی خواہش کس طرف سے ہے۔ اگر عورت کی طرف سے نفرت کا آغاز ہوا، علیحدہ ہونے کی استدعاء عورت

نے کی تو یہ خلع ہے۔ اگر یہ نفرت اور علاحدگی کی خواہش دوطرفہ ہے تو اس کو مبارات کہتے ہیں۔

شرعی عدالت، شیعہ پرسنل لا بورڈ اور مذکورہ علماء خلع کو طلاق رجعی مانتے ہیں تب ہی شوہر کو عدت کے دوران رجوع کا حق عطا فرماتے ہیں۔ اب آپ جناب سید علی حسینی سیستانی دام ظلہ کا مسئلہ نمبر ۲۵۳۱ توضیح المسائل ملاحظہ فرمایئے:

## طلاق بائن اور طلاق رجعی

(۲۵۳۱) طلاق بائن وہ طلاق ہے جس کے بعد مرد اپنی عورت کی طرف رجوع کرنے کا حق نہیں رکھتا یعنی یہ کہ بغیر نکاح کے دوبارہ اسے اپنی بیوی نہیں بنا سکتا اور اس طلاق کی چھ قسمیں ہیں:

(۱) اس عورت کو دی گئی طلاق جس کی عمر ابھی نو سال نہ ہوئی ہو۔

(۲) اس عورت کو دی گئی طلاق جو یائسہ ہو۔

(۳) اس عورت کو دی گئی طلاق جس کے شوہر نے نکاح کے بعد اس سے جماع نہ کیا ہو۔

(۴) جس عورت کو تین دفعہ طلاق دی گئی ہو اسے دی جانے والی تیسری طلاق۔

(۵) خلع اور مبارات کی طلاق۔

(۶) حاکم شرع کا اس عورت کا طلاق دینا جس کا شوہر نہ اس کے اخراجات برداشت کرتا ہو نہ اسے طلاق دیتا ہو، جن کے احکام بعد میں بیان کئے جائیں گے۔

اور ان طلاقوں کے علاوہ جو طلاقیں ہیں وہ رجعی ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ جب تک عورت عدت میں ہو شوہر اس سے رجوع کر سکتا ہے۔

طلاق خلع و مبارات کو جناب سید ابوالقاسم الخوئی طاب ثراہ نے اپنی توضیح المسائل میں مسئلہ نمبر ۲۵۳۱، جناب شیخ محمد علی اراکی نے اپنے رسالۂ توضیح المسائل میں مسئلہ نمبر ۲۵۳۶ موجودہ مرجع وقت جناب ناصر مکارم شیرازی نے مسئلہ نمبر ۲۱۵۶ میں اور دیگر مراجع کرام نے طلاق بائن کی فہرست میں درج کیا ہے جس میں شوہر کو عدت میں رجوع کرنے کا حق نہیں ہے اور دوبارہ بغیر نکاح کے بیوی نہیں بنا سکتا (امیر علی، طیب جی، آصف فیضی ڈی ایف ملا وغیرہ کے حوالے طوالت کا باعث ہوں گے۔ ان تمام اتھارٹیز (Authorities) نے بھی خلع اور مبارات کو نہ صرف شیعہ لا میں بلکہ سنی لا میں بھی طلاق بائن مانا ہے۔)

اب مذکورہ بالا غیر متنازعہ اصول کی موجودگی میں کہ طلاق خلع، طلاق بائن کے دائرہ میں آتی ہے اور شوہر کو بیوی سے رجوع کرنے کا کوئی حق عدت کے دوران نہیں ہوتا جناب سید شمیم الحسن صاحب، شرعی عدالت بنارس، جناب سید محمد جعفر صاحب پرنسپل سلطان المدارس، شیعہ پرسنل لا بورڈ، ان سب نے شوہر کو عدت کے دوران رجوع کرنے کے حق کو کیوں تسلیم کیا؟

(۱) اگر یہ مان لیں کہ ان سب کو مذکورہ بالا اصول معلوم نہیں تھا تو جو بات ایل ایل بی کے عام طالب علم جانتے ہیں یہ تسلیم کر لیا جائے وہ ان کو معلوم نہیں تھی اور جب ان جید شخصیتوں کو نہیں معلوم تو جو بے چارے چھ مہینے میں ایران و عراق سے عمامہ لے کر لوٹ آتے ہیں ان کا کیا عالم ہوگا؟ ہمارا مرجع وقت سے بلا واسطہ رشتہ نہیں ہوتا۔ ہم ان ہی سہاروں پر تکیہ کرتے ہیں اور یہ علماء ہمارا واسطہ بنتے ہیں اب ادارۂ تقلید کا کیا حشر ہوگا اگر واسطے خود تشکیک کا شکار ہو جائیں؟

(۲) اگر یہ تسلیم کیا جائے کہ یہ لوگ جانتے تھے اور جان بوجھ کر انھوں نے غلط حکم دیا، تو پھر شرعی معاملات میں نہ ان افراد کو حق نمائندگی

اعلم باقی رہتا ہے اور نہ ان اداروں کو، جو مرجع کے حکم کے خلاف حکم دے وہ سب کچھ ہوسکتا ہے مرجع کا نمائندہ نہیں ہوسکتا ہے۔

**(۳) جب ان بزرگ علماء نے ایک حکم جاری کیا جس پر حلال وحرام کا انحصار ہے تو قانون شریعت کا مطالعہ کئے بغیر فیصلہ کیوں کیا؟** (عام وکیل بھی ہر مقدمہ میں متعلقہ قانون کو دیکھتا ہے تو دعویٰ یا جواب دعویٰ لکھواتا ہے۔ جج فیصلہ لکھنے سے پہلے متعلق قانون، فیصلے وغیرہ کو دیکھ لیتا ہے)۔ کیا یہ تساہلی اس بات کی نشانی نہیں ہے کہ یہ لوگ قانون شریعت کو کوئی اہمیت نہیں دیتے ہیں، اسے گھر کی کھیتی سمجھتے ہیں، جیسا چاہا ویسا کر دیا۔

(۴) ان حضرات کی غلطیوں کی وجہ سے اگر مستقل حرام کاری ہوتی رہی تو اس گناہ کا ذمہ دار کون ہے؟

**(۵) مذکورہ بالا غلطی کا تدارک کیسے ہو اور مستقبل میں اس کا سد باب کیسے کیا جائے؟**

مذکورہ بالا حالات سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ شرعی پنچایتوں کی افادیت تو ہے مگر تب ہی جب شرعی پنچایتوں میں باصلاحیت افراد ہوں ہمارے دیگر قومی اداروں کی طرح خاندانی عہدہ دار نہ ہوں۔ ان افراد کا تقرر کیا جانا چاہئے جن کے پاس شریعت کا علم ہو، تدین اور سماجی سوجھ بوجھ ہو۔ **وہ ایسے مسائل میں Casual کے بجائے Professional طریقۂ کار اختیار کرنے کی صلاحیت اور مزاج رکھتے ہوں** تاکہ مسائل کا حل صحیح اور بروقت ہو اور قوم کے شیرازہ کو بکھرنے سے روکا جاسکے۔

☆☆☆

Mobile: 9415217283

e-mail: falconsway@hotmail.com

[نـــوٹ:- یہ مضمون روزنامہ ''ان دنوں''، لکھنؤ، مورخہ ۲۹ نومبر ۲۰۰۶ء ص ۲ و ص ۳ سے نقل کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ یہ مضمون روزنامہ ''صحافت''، لکھنؤ، روزنامہ ''قومی خبریں''، لکھنؤ اور روزنامہ ''اودھ نامہ''، فیض آباد میں بھی شائع ہو چکا ہے۔]